

علم اور علم والوں کی قدر و منزلت

دارالعلوم کی تعلیمی سال کے آغاز پر درس ترمذی اور اختتام پر ختم بخاری شریف کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ طلباء اور علما سے فضیلت علم اور حصول علم کی راہ کی نزاکتوں اور اہل علم کی ذمہ داریوں پر بصیرت افروز خطاب فرمایا کرتے تھے۔ ذیل میں ان خطابات میں صرف ایک تقریر نذر قارئین ہے اس خطاب کو بھی مرتب دعوات حق مولانا سمیع الحق نے ضبط اور مرتب کیا ہے۔ (ادارہ)

میں اونچا مقام رکھتے ہیں (فضیلت علم کو ترجیح دیتے ہیں۔ اتنی عظیم نعمت کی توفیق پر اگر ہم شکریہ ادا کرنا چاہیں تو کس طرح ادا کر سکیں گے اگر ہمارے جسم کا ایک ایک بال بھی زبان بن کر شکریہ میں لگ جائے تو ہم اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کر سکیں گے۔

خلافت آدم بوجہ فضیلت علم

سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کا عظیم منصب ملا اس کی اولاد کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی گئی وہ صرف علم ہی کی نعمت ہے وہ علم ہی کی منفیت اور خصوصیت تھی جس کی وجہ سے بنی آدم کو عالم پر درجہ دیا گیا۔ حضرت آدم کو علم کا مظہر بنا کر مخلوق پر برتری دی اب حضرت آدم کی اولاد میں وہ مقام خدا نے آپ لوگوں کو علم دین کا طالب بنا کر دیا اور اس راستہ پر چلایا۔ خداوند

تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی فضل و کرم و احسان کا شکریہ کس طرح ادا ہو سکتا ہے۔ خاص کر مجھ ناچیز عاجز پر تمہاری خدمت کرنے کی توفیق دینے کی صورت میں جو عظیم احسان ہے میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کروں اگر میں تمام عمر مجاہد میں پڑا رہوں تو خداوند کریم کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا۔ قاصر ہوں۔

لاحصی ثناء علیک ہم کیا اور ہمارا شکریہ کیا۔ حضور کی ذات اقدس جو افضل المخلوقات ہیں لا احصی ثناء علیک انت کما بینت علی نفسک کا ورد فرما کر اظہار شکر سے عاجزی ظاہر کرتے ہیں۔ خداوند کریم تمہارے درجات بلند فرما کر تمہارے علم و عمل کے ان مسامی میں برکت ڈال دے۔ تمہارا یہاں دارالعلوم میں علم دین کے لئے جمع ہونا اور گھر بار چھوڑ کر آنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے طلبہ علوم و یلیہ کا وہ مقام ہے کہ رحمت کے فرشتے ان کی راہ میں اپنے پر بچاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی علیہ وسلم نے وصیت کی اور تاکید بھی کی کہ علم کے طالبین جب تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہیں ان کے ساتھ کمال درجہ محبت رکھیں اور ان کے بارہ میں میری طرف سے وصیت خیر قبول کریں۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم محترم بھائیو! خداوند تعالیٰ کے ہر انسان اور ہر مخلوق پر غیر متناہی احسانات ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها۔ اور اگر تم کو احساس اللہ کے نہ پورے کر سکو۔

الایہ (ابراہیم پ) (ترجمہ شیخ الہند)

خاص کر اہل علم طبقہ اور ہم مساکین کے ذمہ طلبہ پر جو فضل و کرم اور احسان ہے اس کی تو حد ہی نہیں آپ کو علم کی راہ پر چلنے کی توفیق دی اور یہاں تک پہنچایا۔ حضور نے ارشاد فرمایا:

من سلك طريقا يطلب فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة جو علم کی طلب میں علم کے راستہ پر چلنے لگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دے گا۔

علم اور جہاد میں فضیلت :- غالباً امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ کے درمیان اس بارہ میں بحث ہے کہ زندگی کو جہاد میں صرف کرنا بہتر ہے یا علم کی راہ میں لگانا افضل ہے امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ دونوں فرماتے ہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں علم دین میں مشغول ہونے کا درجہ زیادہ ہے۔ گو بعض اوقات کافروں کے حملہ کرنے کے وقت جہاد کی افضلیت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ مگر وہ منقبت عارضی ہے جس طرح اقراء باسم ربک میں مقام کے تقاضا اور فضیلت عارضی کی وجہ سے اقراء مقدم کیا گیا مگر عام معتدل حالات میں افضل اور بہترین مقام حاصل کرنے کے لئے علم ہی ایک بہترین عبادت ہے حالانکہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک مجاہد ہر حال اور ہر وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ مجاہد کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا سب عبادت ہے یہاں تک کہ اس کے گھوڑے اور اس کے بول و براز کو بھی اعمال صالحہ میں تو لا جاتا ہے۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ کوئی شخص مجاہد کے برابر بن سکتا ہے۔ حضور صلی علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہاں جو شخص ہمیشہ صائم ہو دن رات عبادت تہجد ذکر و اذکار میں لگا ہو۔ شاید وہ شخص ایک غازی کے برابر ہو جائے اب جہاد اور علم کے مقابلہ میں دونوں ائمہ کرام (جو زہد و تقویٰ نقاہت اور علم

اکابر امت کی حمایت

طلب علم کی راہ کے شدائد اور احتمالات

امام بخاری نے کس غربت اور تکلیف سے علم حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کبھی حصول علم کے زمانہ میں نانہ نہ کرتے مگر ایک دن اسباق میں حاضر نہ ہوئے طلبہ نے جا کر معلوم کیا تو فرمایا کہ میرے پاس آج اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ عورت غلیظہ کو ڈھانپ کر باہر نکلتا۔ اور سوال کرنا خوداری اور علم کی شان کی خلاف تھا اس لئے اسباق میں حاضر نہ ہوا تب انہوں نے چادر دی اور شریک ہوئے مشہور حکیم ابو نصر فارابی نے درختوں کے پتے چبا چبا کر علم حاصل کیا ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور جتہ الاسلام نانوتوی کی مثالیں موجود ہیں ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دہلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی کہ ہنری فروش جو باسی ہنری رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جو شا دیتے اور گذر اوقات کر لیتے اور رات کو مطالعہ کے لئے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دکان کے قریب کھڑے ہو کر دکان میں لیپ اور جی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے ابھی ہمارے زمانہ طالب علمی تک علم کی منتقین ایک عام بات تھی مجھے خود یاد ہے کہ زمانہ حصول علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پر اکتفا کیا پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا وہاں سے میرے چلا گیا وہاں استاد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گزارا مشکل ہے اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں دو چپاتوں اور وال کا انتظام کرا دوں گا۔ میں نے اسے بھی غنیمت سمجھا ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود

ایثار کر رہا ہے۔ اور دوپہر کا کھانا مجھے دیکر خود بھوکا رہتا ہے۔ دو چار مہینے میرے لئے اس حال میں گزرے اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں ٹھہرے تھے۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ کچی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کے لئے ملتا تھا اور ہنری کے لئے پاؤ آدھ سیر چھاپھ وہ بھی عمدہ کے لوگ نہروار مسجد میں لاتے۔

موسیقی اور خضر کے واقعہ میں اہل علم کے لئے سبق

قرآن مجید کے سورہ کف میں تعلیم و تعلم کے آداب اور طلب علم کی شان کے بارہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اس واقعہ کا تعلق زیادہ تر طالب علم اور اس کے ضوابط و شرائط سے ہے اس لئے حضرت امام بخاری نے بخاری کی کتاب العلم میں اس واقعہ سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاری علم تفسیر میں بھی علم حدیث کی طرح بے نظیر ماہر ہیں اگر تفسیر میں بھی بخاری شریف کی طرز کی کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو بے کھل چیز ہوتی۔

سورہ کف کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ سید السادات ہیں لیکن حصول علم کے لئے رخت سربانڈتے ہیں۔ مسافری و غربت برداشت کرتے ہیں اور اولوالعزم نبی ہیں اور حضرت خضر کے نبوت کے بارہ میں پہلے تو اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں اگر ہوں بھی تو موسیٰ علیہ السلام کی شان کے برابر نہیں حضرت موسیٰ کا درجہ بلند و ارفع ہے تشریف ہی نہیں۔ جاہ جلال اور دبذہ کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل جیسی متبر قوم کو قبضے میں رکھا پھر کو لاشعری سے مارا یہاں تک کی جلالی شان ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اور فرعون جیسے جابر و ظالم کی حکومت کو تہ وبالا کر دیا۔ ایسے ظالم

علم کے اس اونچے مقام کے حصول کا پہلا مرحلہ طلب کا مرحلہ اور منزل ہے کہ علم کی تلاش میں گھروں کو چھوڑ کر نکل جانا پڑتا ہے اور چونکہ علم دین کی طلب پر خداوند کریم کی طرف سے دنیا و آخرت دونوں میں ہر لحاظ سے بڑی اجر و مرتبت اور عزتیں مرتب کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ منزل اتنی ہی تکالیف اور احتمالات سے بھری ہوئی ہے۔ عالم بننے کے لئے پہلی منزل طالب علمی کی ہے جو بہت مشکل اور کٹھن ہے ہر طرح کے اجتہادات سے بھری ہوئی ہے۔ ہر طرح کے احتمالات اس راہ میں ہمارے اکابر پر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے جتنی تکالیف آئیں تو سمجھنا چاہیے کہ اتنا ہی درجہ مقبولیت کا ہے اور اتنی ہی کامیابی اور اونچے شان کی علامت ہے۔ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔

العلم عزلا لا ینبذ یحصل ببلد لا عزیز

علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا کوئی شائبہ نہیں مگر بڑی تکالیف اور ذلتوں سے حاصل کیا جاسکے گا۔ اس راہ میں جتنی بھی فروتنی عاجزی تواضع اور انکساری کی جائے گی تکالیف پر جتنا بھی صبر و تحمل ہو گا اتنی ہی زیادہ دولت نصیب ہو گی بھوک کی تکلیف آئے گی کتابوں کے نہ ملنے کی تکلیف آئے گی کئی قسم کی پابندیاں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تب کامیابی نصیب ہو گی اور یہ تجربہ اور مسلمات میں سے ہے کہ عظیم عزت انتہائی ذلیل بننے (تکلیف اٹھانے سے) سے آئے گی صحابہ کرام کی حالت

ہمارے سب کے مقتدر صحابہ کرام تھے ان کی زندگی اس بارہ میں ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں تعلیم حاصل کرنے والی اصحاب صفہ بسا اوقات بے طاقتی اور بھوک سے کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتے باہر سے آئے ہوئے بدوی مہمان دیکھ کر یہ سمجھتے کہ ان پر

آسیب یا مرگی کی بیماری ہے۔ ہولاء مہمانوں (کہ یہ تو مجنون ہیں) اور نماز سے سلام پھیر کر اور ہمیں اس حال میں پا کر ہماری گردنوں پر اپنے قدم رکھتے، گویا اپنے خیال میں جنات نکالنے کا علاج کرنا چاہتے تھے مگر وہ جنون نہ تھا ہاں ایک جنون اور دیوانگی تھی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی دین کی طلب کی جس کی وجہ سے بھوک اور فاقے برداشت کرتے رہتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بھوک نے ایک دفعہ مجھے پریشان کر دیا، مزدوری کا لباس پہن لیا ایک کھال گلے میں ڈال کر نکلے جو قلی اور مزدوری کی خاص نشانی ہے۔ مدینہ سے باہر ایک یہودی کا باغ تھا وہاں گیا اور دیوار کے درپے سے باغ کے اندر بھاگنے لگا۔ یہودی نے دیکھ کر پوچھا کیا مزدوری کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ ہاں ایک کھجور پر ایک ڈول نکالنا طے ہوا۔ میں کنویں سے ڈول بھرنے لگا اور ایک ایک ڈول کے بدلے وہ میرے ہاتھ میں ایک ایک کھجور رکھتے جاتے تھے جب مٹی بھر گئی تو چھوہارے کھائے پانی پی لیا اور ڈول چھوڑ کر سیدھا مسجد واپس چلا آیا۔ حضور صلعم تشریف فرما تھے پھر اسی تعلیم و تعلم میں لگ گئے۔

صحابہ کرام جب پڑھنے پڑھانے کے مشاغل سے فارغ ہو جاتے تو جنگل چلے جاتے، لکڑیاں جن جن کر لاتے اور دو چار پیسوں میں فروخت کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرتے اور پھر اپنے تمام اوقات قرآن حدیث کے اسباق میں لگاتے۔

جب حضرت خضر کے ہاں پہنچے وہ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے حضرت موسیٰ نے سلام کیا حضرت خضر نے جواب دیا انی بدارمک السلام یہاں کیا سلام کرتا ہے حضرت موسیٰ نے اپنا تعارف کیا کہ میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں اور بت نری سے درخواست پیش کی کہ میں اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ :

هل اتبعك على ان تعلمن مما علمت رشداً کے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ تو مجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ • اتباع اور پیروی کی درخواست پیش کرتے ہیں مگر ادھر سے حضرت خضر نے سختی سے جواب دیا انک لن تستطیع معی صبرا تو نہ ٹھہرے گا میرے ساتھ اور فرمایا کہ میرے پاس جو علم ہے اس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھے تمہارے علم کی مگر پھر بھی حضرت موسیٰ نہایت عاجزی سے درخواست پیش کرتے ہیں ۔

ستجنی انشاء اللہ صابرا“ فلا اعصى لك امرا۔ تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم۔

ایک بہت بڑے انسان اور اولوالعزم پیغمبر کے منہ سے یہ منت و ساجت معمولی بات نہیں صرف علم حاصل کرنے کے لئے اتنی عاجزی اور انکساری اس منت و ساجت کے بعد جب حضرت موسیٰ کے تڑپ و اشتیاق کا یقین ہوا تو ساتھ رہنے کی اجازت دیدی مگر داخلہ کے لئے یہ شرائط لگائے کہ تم از خود کسی واقعہ کے بارہ میں سوال نہیں کر سکو گے پوچھنے کی ممانعت ہوگی ایک ذہن اور ذکی طالب علم پر اگر اتنی کڑی پابندی لگائی جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے ۔ مگر حضرت موسیٰ نے یہ پابندی بھی قبول کی معمولی پابندی نہیں تھی ایک طالب علم کا گلا گھٹ جاتا ہے کہ تجسس اور استفہام اور سوال کرنے کی اجازت بھی نہ ہو ۔

فان اتبعنی فلا تسبی عن شیتی حتی احدث لك منه ذكرا ۔

پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اس کا ذکر ۔

دی عظیم پیغمبر جس کے سامنے چھ لاکھ اسرائیلی خاموش دبے رہتے ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکتے لیکن طالب علم کی شان میں یہ عاجزی اور منت و ساجت اور یہ اس حال میں جب آزادی مل گئی تھی دولت و سلطنت دی تھی مگر پھر بھی استاد کے سامنے کتنے جھکے ہیں شرائط ماننے اور جب شرط کی پابندی نہ ہو سکی تو معافی مانگتے ہیں ۔

قال لا تواخذنی بمانسیت ولا نرهقنی من امری ۔

کہا مجھ کو نہ بچڑ میرے بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل ۔ (شیخ النبد)

دوبارہ جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈانٹ ملی تو پھر بھی درگزر کرنے کی درخواست پیش کی ایک مہلت اور دے دیجئے ۔

قال ان سالتك عن شیتی بعدھا فلا تصاحبنی قبلت منی علنا ۔

کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ رکھو تو اتار چکا میری طرف سے الزام اور پھر بالا آخر جب مرضی خداوندی پوری ہوئی تو حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو گویا مدرسہ علم سے خارج کر دیا ۔ ہذا فراق بینی و بینک

اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ ۔

تو حضرت موسیٰ کا یہ واقعہ اہل علم اور طلبہ دین کے لئے بہت بڑی عبرت و موعظت کا واقعہ ہے کہ علم اتنی بڑی عزت ہے کہ ایک پیغمبر بھی بعد از سیادت

بادشاہ کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا جس نے انارمک الاعلیٰ کا اعلان اور دعویٰ کیا مگر حضرت موسیٰ کو اتنا رعب و جلال خدا نے دیا تھا کہ براہ راست فرعون ان پر گرفت نہ کر سکے اور ایک دن بھی جیل تک کی سزا نہ دے سکے کہیں بھی اشارہ نہیں کہ فرعون نے انہیں تکلیف پہنچانے کا حکم دیا یہاں تک لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں جب آپ پہنچ جاتے تو فرعون کو خوف و رعب کی وجہ سے اسہال ہو جاتا حالانکہ اسی فرعون نے حضرت موسیٰ کی ولادت سے قبل ان کی ولادت کی پیشگوئی سنی تو ستر ہزار بچوں کو قتل کر ڈالا یفبحون ابناء کم ویستحبون نساء کم وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم حضرت موسیٰ کے مقابلے میں پیش کیے گئے سارے جب حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تو انہیں سولی پر چڑھایا ۔

لاصلبکم فی جزوع النخل (ط)

اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر اور ظلم کا یہ عالم تھا کہ اپنی بیوی کو ایمان لانے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پر بیخ ٹھوک کر چوبیس طریقہ سے مار ڈالا ایسی نیک اور پاک باز رفیقہ حیات کو اس طریقہ سے قتل کرنا کتنا برا ظلم ہے مگر عجیب ہے کہ حضرت موسیٰ جب سامنے آتے اور بحث و مناظرہ ہوتا تو فرعون اور اس کے ساتھی سب لرزہ بر اندام ہو کر وب جاتے بہت نہ ہوتی کہ پولیس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دے دیتے پھٹکڑی پہنوا دیتے یا ڈنڈا مار دیتے ۔ ہاں خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتا رہتا مگر کامیابی نہ ہوتی ۔ یہ تھا حضرت موسیٰ کے جاہ جلال کا عالم کہ فرعون کو جرات نہیں نکلتی مقبولیت اور وجاہت خداوندی تھی مگر یہی حضرت موسیٰ ہیں کہ اس شان و عظمت کے باوجود پوری عاجزی اور انکساری سے حضرت خضر کے سامنے زانوئے تلمذ کئے ایک دفعہ حضرت موسیٰ اپنی قوم کے سامنے تقریر کر رہے تھے بیان فصاحت و بلاغت سے لبرز تھا ۔ لفظ لفظ سے معجزانہ بلاغت و علوات نمایاں تھی اور سامعین متاثر ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے علم و حکمت سے متحیر ہو کر پوچھ بیٹھا کہ کیا اس وقت روٹی زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے اب حضرت موسیٰ حیران ہوئے کہ اگر اکوں کہ ممکن ہے کہ مجھ سے بڑا عالم موجود ہے تو بنی اسرائیل ٹیڑھی قوم ہے اب یہی بات اپنے لئے جھٹ نہ بنالیں کہ تجھ سے بڑھ کا عالم جب موجود ہے تو ہم آپ سے رشد و ہدایت کیوں حاصل کریں ہمارے سامنے تو وہی عالم آتا چاہئے ۔ اس طرح یہ لوگ علم اور وحی کے فیض سے محروم ہو جائیں گے اور یہ ٹھیک بھی ہے کہ پیغمبر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور پھر الوالعزم پیغمبر اور تورات شانے والا سیدنا موسیٰ کی زبان سے نکلا کہ میں اس وقت اعلم ہوں ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کے دل میں برائی کا احتمال بھی نہیں صرف ترغیب مقصد تھی ادعا اور تکبر نہیں کبر کا تصور بھی نہیں مگر صورت دعویٰ کی بن گئی حق تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ ہوا اور فرمایا گیا بلی عینا خضر هو اعلم منك اور حضرت موسیٰ کی رہنمائی کی گئی حضرت خضر کی طرف حضرت موسیٰ کو معلوم ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر ایک عالم ہے تو اس وقت علم کا ایک دولہ پیدا ہوا اور خود تمنا ظاہر کی کہ یا اللہ ان سے ملنے کا تو انتظام فرما دے اور صرف ملاقات کے لئے نہیں بلکہ تعلیم کے لئے سفر اختیار کیا بڑی مشقتوں اور تکالیف کے بعد ان کی خدمت میں پہنچ گئے ۔ خادم ساتھ ہے ۔ کھانے کے لئے کئی دن کی باسی روٹی اور خشک مچھلی زاد راہ ہے ۔ چلتے چلتے تھک گئے قرآن مجید میں اس سفر علم کی مشقتوں کو حضرت موسیٰ کی زبانی ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے ۔ اتنا غدا لنا لقینا من سفرنا هذا نصبارکم ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے کھائی اپنے اس سفر میں تکلیف (ترجمہ شیخ النبد)

فرماتے - انہوں نے فرمایا کہ قریبی زمانہ میں ایک صاحب حسن الافغانی گذرے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھا تھا عالم نہیں تھے مگر عارف اور بندہ مومن تھے ایک طالب علم نے قرآن مجید اور اس کی شرح جلالین یا بیضاوی شریف کی عبارت دونوں وزن اور لہجہ میں شروع کر دی امتحان لینا مقصود تھا چنانچہ وہ ہر حرف کا سننے میں امتیاز کرتا کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے یہ نہیں بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرأت میں سناتے مگر اسے اندازہ لگتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الہی ہے پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کے لفظ کے ادا ہونے کے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جائیں تو وہ روشنی اور چمک ختم ہو جاتی ہے۔

ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے مشہور اور معزز شخص خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم نے ایک واقعہ سنایا گو وہ رسمی عالم نہیں تھے خائف سے لا علم تھے مگر بصیرت اور ذہانت حد درجہ تھی انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک دفعہ ایک شخص کی تقریر سن رہا تھا عجیب و غریب و دقائے نکات بیان کر رہا تھا جس کو سن کر حیرانی ہوتی تھی۔ لیکن چہرہ پر نورانیت کا نام نہیں تھا بلکہ نخوت برسر رہی تھی اندر سے سیاہ معلوم ہو رہا تھا ہم نے جب بعد میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لاہوری مرزاؤں کے محمد علی لاہوری مفسر قرآن ہیں اب اہل بصیرت سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے چہرہ پر ایسا ہمہ علم و دانش و تحقیق کے نور ایمان نہیں ہے۔ اور واقعی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر محمد علی لاہوری نے قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر میں تحریف و تبدیلی نہ کی ہوتی اور مرتد نہ ہوتا تو اس کی تفسیر انگریزی زبان میں ایک مفید اور کار آمد تفسیر ہوتی تو علم کا مدار ظاہری قسم و دانش نہیں باطنی چیز ہے اور جس کا باطن اس روشنی سے متصف ہو وہی خشیہ خداوندی کو بھی جائے گا۔

علم نافع و غیر نافع

اب علم کی کثرت کے باوجود بد عملی عام ہے آپ مسلم فرماتے تھے الہم انہی اعوزک من علم لا یخضع (الحديث) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے قلب میں خوف پیدا نہ ہو۔ بد عملی زائل نہ ہو اور جس سے نفع نہ ہو کالجوں اور یونیورسٹیوں کا علم تو ہمارے نزدیک علم ہی نہیں لیکن ہمارے قلوب سے بھی خشوع و خضوع اٹھ گیا ہے علم ہے مگر خضوع و خشوع نہیں، علم نفع نہیں دے رہا امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم کے زوال کی ابتدائی علامت یہ ہو گی کہ مساجد میں جا کر کسی شخص کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار محسوس نہ ہوں گے۔ تو ایسا علم علم نہیں جمل ہے۔ فان من العلم لجهلا" جس طرح کالجوں کا علم ہے اس طرح ہمارا علم بے سود بن گیا ہے

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اتنا علم انسان کے لئے کافی ہے جس سے خدا کا خوف پیدا ہو اور اتنا جمل کافی ہے کہ اپنے علم و عمل پر غرور کرے یہ بڑا جاہل ہے۔ اب شیطان سے بڑا جاہل کون ہے کیونکہ وہ اپنے نفس اور علم پر مغرور ہوا خدا کے سامنے فروتنی اور ذلت اختیار نہ کی تو یقینی ہے کہ عالم نہیں بن سکتا۔ غلطی یہ ہوئی کہ علم دین کو مقصود بالذات اور مقصودی چیز سمجھ بیٹھے۔ غیر مقصود اور وسیلہ کو مقصود بالذات بنا لیا۔ حالانکہ علم کی اضافت ہے دین کی طرف اور مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تغایر ہوتا ہے علم اس لئے افضل ہے کہ اس کا مضاف الیہ دین ہے اور دراصل افضل اور بتریبی دین ہے علم اس کے سمجھنے کا ذریعہ ہے اور دین والا وہ ہے جو تمتع بالدين حاصل کرے تو مقصود دین ہے جو عبادت ہے تعلق اور رابطہ مع اللہ سے جو بندے اور رب

علم کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے مگر حاصل تب ہوتا ہے کہ بہت زیادہ تواضع اختیار کی جائے۔ بنی اسرائیل یہ مان بھی نہیں سکتے کہ حضرت موسیٰ اتنا مجرد و ساجد اور اسی وجہ سے اس واقعہ کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں۔

خشیت و تواضع: اور یہ تواضع سب سے پہلے اللہ کے سامنے اختیار کرنی پڑتی ہے کیونکہ علم خدا کی صفت سے اور اللہ تعالیٰ یہ صفت عاصی اور نافرمان کو نہیں دیتے تب عالم بنیں گے اللہ کے سامنے عاجزی اور تابعداری اختیار کریں اللہ کا خوف و خشیت پیدا ہو۔ ارشاد فرمایا۔

انما یخشى الله من عباده العلماء

اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تمام بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ انما کلمہ حصر ہے کہ ماضی اللہ من عباده الاعلیاء کہ اگر خدا کا خوف پیدا ہو تو سمجھو کہ عالم ہے ورنہ نہیں اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اکثر علماء زمانہ خوف و خشیت سے عاری ہیں ان کے اعمال فاسد ہیں اور دوسرے طرف بے اوقات غیر علماء افراد میں خشیت خداوندی موجود ہے اب کلام خداوندی تو اصدق الکلام اس کی کیا توجیہ کی جائے گی تو یہاں سے اس اشکال کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر خوف ہو تو عالم ہے ورنہ جاہل۔

علم کی حقیقت: اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا ترجمہ دانستن ہے ہمارے خیال میں عالم وہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں حافظہ میں جو حدیث یا حکم خداوندی ہو وہ زبان سے ادا کرے اور لوگوں کو حلال و حرام بیان کرتا رہے حالانکہ یہ علم نہیں ہے کیونکہ کافذوں اور کتابوں پر بھی نقوش ہوتے ہیں بلکہ بہتروں پر بھی کلمات حق کندہ اور محفوظ ہوتے ہیں اگر ان چیزوں کا محفوظ کرنا علم ہے تو یہ چیزیں ہم سے زیادہ عالم ہو گئی مگر کتابوں اور کافذوں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور آج کل تو شیپ ریکارڈ میں تمام مضامین لفظ بلفظ محفوظ ہو جاتے ہیں اسے بھی عالم کہا جائے گا اس طرح اس شخص کو جو کافذات اور کتابوں سے نقوش اور مضامین کو ذہن میں منتقل کر دے عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ علم تو نور یتجلی بھا الذکور۔ کے مطابق ایک نور اور روشنی ہے ایک قلبی شے ہے جس سے دل منور ہو جائے۔ اب بظاہر جو علماء اعمال منیہ کرتے ہیں اور منکرات میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے قلوب علم سے خالی ہوتے ہیں اور بعض غیر اہل علم عوام بظاہر عوام معلوم ہوں لیکن ان کا قلب اس روشنی سے منور ہوتا ہے جس کی وجہ سے درحقیقت وہ لوگ عالم ہیں اور اس کی وجہ سے خشیت ان میں پائی جاتی ہے صوفیاء فرماتے ہیں۔

ان الله لم يتخذ جاهلا وليا فان اجده علمه الله نے کسی جاہل کو دوست نہیں بنایا اگر بنایا تو اسے تعلیم دے کر اور علم کی دولت دے کر بنایا۔

علم حقیقی اور بصیرت: ملا نظام الدین سالوی مشہور علامہ تھے درس نظامی ان کے نام سے موسوم ہے علامہ بحر العلوم عبدالحی کے والد ہیں۔ ان کا ایک مرشد تھا۔ بلکہ عوام جیسا ان پڑھ کتابیں نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب مراقبہ ہوتا اور استغراق طاری ہو جاتا تو شرح اشارات وغیرہ کی عبارات اور اصطلاحات زبان پر جاری ہوتیں۔ جب مراقبہ سے اٹھ جاتے تو فرماتے کہ محقق طوسی کو جہنم کے اسفل العلیات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بہت دور ہوتا جاتا ہے معلوم نہیں اس نے کیا لکھا ہے؟ تو گویا ظاہری کتابوں کے علم سے جاہل مگر قلبی بینائی اور بصیرت کا یہ مقام تھا۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز اس قسم کے کئی واقعات بیان

کمال احسان اور نعمت خداوندی ہے۔ اس کی وقعت اور اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخصوص وراثت نحن معاشر الانبياء لانورث ماتر كنه صلقتہ اور وارث اپنے مورث کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہی اور نیابت و قائم و مقام ہونے میں فرع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے اور میراث ایسی اشیاء میں جاری ہوتا ہے جو مورث کے ساتھ مختص ہوں مگر مورث کے ساتھ کسی کی چیز عاریت امانت یا قرض ہو تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتا غیر مخصوص اشیاء میں میراث جاری ہوتا ہی نہیں اب مذکورہ حدیث العلماء الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص چیز علم تھا اور علماء کو یہ میراث و نیابت اس مخصوص صفت علم کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اموال تو قارون و قرون کے ساتھ مختص تھے اور عملی کمالات کے لئے بھی کمال علمی موقوف علیہ ہے اگر علم نہ ہوتا تو اعمال کی فضیلت و اہمیت واضح نہ ہو سکتی اس کے لئے امام بخاری نے مستقل باب ہاندھا کہ العلم قبل القول و العمل۔ کہ علم ذاتی اور زمانی دونوں لحاظ سے مقدم ہے۔ یہ محتاج الیہ اور مقدم اور قول و عمل متاخر و محتاج ہے۔

علم صفت کمال ہے آئندہ جب منظر مشن ہوا تو اس کی خاصیتیں مثلاً ”روشنی تحریر (جلان) و سلب نظر وغیرہ اس میں متفق ہو جاتے ہیں اب جب علم منظر اتم صفت خداوندی ہوا تو ایمیں ایسے خصائل نہ آنے چاہیں جو علو فخر تعلیٰ اور تکبر پر دلالت کرتے ہوں۔ ہمارے شیخ الشیخ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم کہ قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ نادان اور جاہل ہے۔ اب طالب علموں کی دماغ میں بہت جلد غرور کا نشہ آ جاتا ہے چند مسائل سے اتنا پندار آ جاتا ہے کہ حد نہیں ہوتی۔ ہمارے استاذ شیخ حضرت مولانا مدنی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی صاحب جب بھی مجلس میں بیٹھ جاتے تو کہا کرتے کہ یہ عوام حشرات الارض ہیں حالانکہ یہ غلط ہے لوگوں کو برا نہ سمجھنا چاہیے لوگوں کا کھاتے پیتے ہیں وہ ہمیں کھاتے ہیں۔

علمی نخوت و غرور اب ہم نے علم حاصل کیا یہ خدا کی داد ہے تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے اس پر غور کیا جائے۔ اس سلسلے کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ سو جاتا تو نیند کی حالت میں کہنے کی طرح بھونکتا اور لوگ اس کے قریب نہ سوتے کہ ساری رات نیند خراب ہو گی اس کے غرور اور علمی پندار کو نیچا کرنے کے لئے یہ عذاب اس پر مسلط کیا گیا تھا۔ جب لوگ اسے نیند کی یہ کیفیت سناتے تو وہ خود رویا کرتا اور کہتا کہ کیا کروں؟ مجھے اتنا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ خواب میں بھونکتا ہوں طلبہ کے غرور اور گھمنڈ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیر مرحوم کا جلوس راستہ سے گزر رہا تھا۔ عالمگیر ایک علم دوست شخص تھا۔ ہزاروں احادیث یاد تھیں۔ جلیل القدر عالم تھا راستہ میں جلوس کے ساتھ ایک طالب علم کتاب لے ہوئے جا رہا تھا اور بار بار مسکرا دیتا ہنس دیتا۔ عالمگیر کی نظر اس پر پڑی تو وزیر کے ذریعہ اس سے دریافت کیا کہ سچ بچ کو کہ کس خیال کی وجہ سے تم بار بار ہنس رہے ہو جیسے کہ کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس طالب علم نے جواب دیا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس بادشاہ پر ہنس رہا ہوں کہ گھوڑے پر کس شان سے چڑھا بیٹھا ہے لیکن اگر اب کافی کی ایک عبارت اس کی سامنے رکھوں تو جواب نہ دے سکے گا تو اکثر مولویوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ معمولی چیزیں سیکھ کر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں۔

علم ضروری و غیر ضروری

بہر حال علم کو موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط ارسطو اور حکمائے یونان کی علوم نہیں ہاں ان کا سیکھنا بھی ضروری

کے درمیان ہے جس کی دوسری تعبیر ہے۔ عبودیت اور بندگی ارشاد خداوند ہے فما خلقت الجن والانس الا ليعبدن (اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو)۔

پہلی منزل خوف خداوند یہ علم وسیلہ ہے اس چیز کے حاصل کرنے کا اور ان طریقوں کے جاننے کا جو عبودیت اور غلامی کے راستے ہیں اور یہ چیز حاصل ہوئی زلت سے تو گویا زلت اور تواضع کی پہلی منزل خوف خداوندی ہے اگر یہ نہ ہو تو یہ سفر غربت اور مشقت و تکلیف سب رائیگاں ہے اور جو فضیلتیں اور منتقبتیں ہیں سب بے کار ہیں۔ امام شافعی کو پہلی وصیت اپنے استاد نے ترک معاصی اور گناہوں سے اجتناب کی فرمائی۔ شکوت الی وکیع سوء حفظی فافوض الی ترک المعاصی اور جب اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع پیدا ہوگی تو اخلاق فاسدہ نکل جائیں گے۔ اللہ کے بندوں کے بارے میں بھی قلب سے تکبر اور بڑائی کے خیالات نکل جائیں گے اور علم کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔

تواضع و سادگی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ الاٹچے کا پاجامہ پہنے ایک موٹی کھٹی گنواروں کی طرح کاندھے پر رکھ کر راستے پر چلتے کئی کئی دن مجلس میں باتیں نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی شان تواضع کا یہ عالم تھا اور علم و حکمت میں کتنی اونچی شان تھی۔ ایک دفعہ حضرت نانوتوی کیس تشریف لے گئے تقریر فرمائی۔ معرکہ آراء تقریر تھی مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا تقریر کے بعد لوگوں نے ان ہی سے مولانا محمد قاسم کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرنے لگے تو فرمانے لگے ہاں وضوء اور نماز کے مسائل جانتا ہے۔ تو بایں ہمہ کمالات و جمہور اور علوم و دینیہ کے یہ تھی شان اخفا

مولانا مدنی ہمارے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کو ہم نے خود دیکھا کہ غریب اور دہمائی گنواروں میں تک کہ غیر مذہب کی بند و وغیرہ کو خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاؤں دبا رہے ہیں سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑیوں میں پاخانے تک صاف کئے مہمانوں کی بے خبری میں ان کو چلم اور حقہ بھروا کر پیش کیا۔ اتنی شان تواضع اور انکساری دوسری طرف باطل کے خلاف ایک تنگی تھوڑا تھے۔ انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

خودداری مگر خودداری تھی، خلاصہ یہ کہ انگریزی توثیو شنوں اور غرور و تکبر سے بھی پڑی جاسکتی ہے مگر علم دین تواضع اور ذلیل ہونے سے حاصل ہو گا۔ یوثیو شنوں سے نہیں کہ اساتذہ گھر پر آکر تمہیں پڑھائیں اس کے لئے سفر اختیار کرنا عام مجالس اور حلقوں میں بیٹھنا ہو گا۔ بخارا کے حاکم خالد نے امام بخاری سے اصرار کیا کہ مجھے اور میرے بچوں کو یہاں آکر پڑھایا کرو۔ انہوں نے انکار کیا پھر حاکم نے کہا کہ میرے بچوں کو اپنے ہاں خصوصی مجلس میں پڑھایا کرو۔ لیکن امام نے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ درس میں شرکت کرے تو منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حاکم ناراض ہوا اور امام کو ملک بدر کیا تکالیف برداشت کیں مگر علم کی عزت بچائی مگر اس شان تواضع اور مجرود انکسار کے ساتھ ایک عالم اور طالب علم کے لئے استغناء اور خود داری نہایت لازمی چیز ہے اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ اگر حکومت و مملکت اس شرط پر لے کہ علم چھوڑنا پڑے گا تو ہمیں اسے ٹھکرا کر علم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور سچے اہل علم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مال دولت کی کوئی وقعت نہیں اہل دنیا میں مال کی وجہ سے خودداری اور استغناء عن الخلائق پیدا ہو جاتی ہے جو فانی چیز ہے تو ہمیں تو علم جیسی اعلیٰ اور غیر فانی دولت اور اشرف و اعلیٰ شے جو

کریں داؤھی کترائیں منڈائیں اور سنت کی پیروی نہ کریں حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ قبضہ سے کم داؤھی کاٹنا تراشا اور منڈھوانا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی طرح سنت رسول کی مخالفت ہے گویا بالا جماع فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

عالم کے متعددی اثرات اب اگر کوئی اسلام کا نمائندہ دارالعلوم یا اور کسی دینی مدرسہ کا طالب العلم بن کر اس فقہ کے بورڈ کو لگا کر بازار میں پھرتا رہے اور ایسی حرکات کر رہے ہے جو اسلام کے خلاف ہیں تو وہ تمام طبقہ علماء مدرسہ اور دارالعلوم اپنے اساتذہ اور دین کو بدنام کر رہا ہے۔ اور جب اس میں علم کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ اس نے اس راستہ کو منتخب کیا اوروں کی غلطی تو ایک لازمی نقصان ہے مگر ایک مقتدا اور پیشوا کی غلطی سے متعدی نقصان ہوا اوروں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اس وجہ سے تو علماء نے لکھا کہ شیخ کرایا بھی اور لوگوں کی عبادت سے افضل ہے ہمارے اخلاق اور عادات کا اثر لاملال عوام پر ہوتا ہے اگر اچھے ہوں تو باعث تقویت دین ورنہ باعث بدنامی بن ہوں گے۔

عالم کی قدر و منزلت کا غیبی نظم فتنوں کے اس دور میں بھی یہ لوگ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اس دین کے نام کی وجہ سے کہ ہم نے اس دین کی حفاظت و اشاعت کے دعویٰ کیا ہے جو خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریم پر اتارا ہے فتنوں کا زور ہے پھر بھی دیکھو ایک عالم کی عزت ایک وزیر سے زیادہ ہے عزت موثر اور پنگلے اور نوکروں سے عبارت نہیں ایک وزیر ہزاروں روپے کی تنخواہیں دے کر نوکر اور خدام رکھے گا پھر بھی ان کی وفاداری اور ہمدردی صرف ظاہری ہوگی لیکن ایک عالم کے ہزاروں وفادار ہیں لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی قدر و وقعت موجود ہے گو پہلے سے کم ہے مگر پھر بھی جو کچھ ہے علم کی وجہ سے ہے حکومت کو بھی اس کا احساس ہے کہ عالم کی آواز میں جو اثر ہے اس کا دہانہ آسان کام نہیں اس طبقہ کی ایک آواز سے حکومت بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہاں دارالعلوم حقانیہ میں دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کرا دیا کہ آپ لوگوں کے کھانے پینے اور پڑھنے کا انتظام کرا دیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ کا خیال ڈال دیا کہ یہاں بیٹھے تنخواہ ملتی ہے روٹی ملتی ہے گوشت سارن ملتا ہے یہ ہمارے نہیں علم کی قدر ہے۔ ورنہ بے کار بیٹھنے پر اپنے بھائی اپنے لڑکے کو کوئی دو چار دن روٹی نہیں دیتا عوام دن بھر مزدوری کر کے بمشکل پیٹ بھر سکتے ہیں طلب علم کے لئے فراغت بالی اور اطمینان بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری طاقتوں کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے اسباب میں سہولت اور فراوانی پیدا کر دی ہے۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ارشاد خداوندی کا مظاہرہ ہے کہ میں بلا اسباب دین کی حفاظت کرتا ہوں اور پھر اس ادارہ کے منتظمین بھی مجھ جیسے بے سروسامان کہ نہ عزت ہے نہ دولت ہے نہ طاقت ہے اب جب عوام اس علم کی نمائندگی کے دعویداروں کو اس کے خلاف کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اعتماد کو کتنا صدمہ ہو گا۔

علم سراسر ادب آج حالت یہ ہے کہ جو طالب علم مساجد میں رہتے ہیں وہاں ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں کہ اگلے سال پھر وہاں طلبہ کا قیام مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ نہ نماز کے وقت جماعت کا خیال رہتا ہے عوام آکر جماعت پڑھتے ہیں اور طلبہ جمروں میں گہیں لگاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو افراد کو دیکھا کہ ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہاتھیں کر رہے ہیں۔ ظاہر

ہے مگر مقصود بالذات اس کی اہمیت نہیں مثلاً ”گھر میں رہنے سننے کے کمرے مقصود ہیں لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بناء بر ضرورت بنانا پڑتا ہے۔ جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلا و غسل خانہ کے ہیں مگر آج کل طلباء و علماء کی اکثر زندگی انہیں غیر ضروری چیزوں میں بسر ہو جاتی ہے۔

علم معقولات علم انبیاء علم معقولات علم اشتیاء علم معقولات بندہ کی کند علم معقولات گندہ کی کند نو بہر حال اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے علماء کو عطا فرمائی تو علماء کس وجہ سے احساس کمتری و کستری میں مبتلا ہوں یہ تو ملک چیزیں ہیں اور اس کے ساتھ احتجاج اور طمع کا اظہار بھی ملکات میں سے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلہ عقیدہ اور فنون نظامیہ کی حیثیت ایک میڑھی کی ہے اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک میڑھی کا فرام کرنا ہے اصل چیز تو ہجرت پر چڑھنا ہے اور علوم قرآن و سنت بمنزلہ ہجرت کے ہیں اس لئے زیادہ سمجھ کون ہو گا جس کی ساری زندگی میڑھی ہی پر گذر جائے۔

اجرت علی التعلیم ہمارے اساتذہ و شیوخ اکابرین دیوبند پچاس ساٹھ روپے کے مشاہرہ پر گذر اوقات کرتے رہے اور ان حضرات کو اس زمانہ میں کلکتہ حیدر آباد وغیرہ سے پندرہ پندرہ سو اور دو دو ہزار ماہوار کی پیش کش کی گئی مگر انہوں نے ٹھکرا دیا علماء کے لئے یہ بات بہت باریک اور قابل احتیاط ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو اجرة علی التعلیم کا سرے سے اجارہ ہی فاسد ہے متاخرین و مشائخ علی نے بقدر ضرورت جواز کا فتویٰ دے دیا ہے لیکن علم کی تعلیم اور دین کی تبلیغ کے لئے ان چیزوں کا موقوف علیہ بنانا تو بالکل غلط ہے کیونکہ علم کا مقصد تو کمائی نہیں۔

علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہنچانا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچانا اوروں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کے لئے ابلاغ علم و حدیث فرض ہے۔

اگر اس طالب علم اور عالم بننے کا مقصد دنیا کا حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے یہ راہ کیوں منتخب کی جائے جس میں مشقتیں اور تکلیفیں ہیں اور پھر مال کا ملنا بھی موهوم ہے اور پھر زوال علم کے اس دور میں کہ عالم کو دنیا کے لحاظ سے حقیر

سمجھا جاتا ہے مال کی کمائی اور دنیاوی تفریق کے لئے تو اور بھی کئی طریقے تھے۔ تجارت کرتے زراعت اور مزدوری کرتے فوج میں بھرتی ہوتے تو قوت اور دولت تو یقیناً حاصل ہو جاتی اب اگر نفس کے ساتھ مشورہ کرو اور اس سے رائے لو تو نفس یہی جواب دے گا کہ:

دنیا کی زندگی گالی فانی ہے، دین کی بقاء اور اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے چلانے کے لئے جو ہر چیز سے محبوب ہے اس کے لئے بھی ایک ذمہ اور جماعت چاہئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔

اب نفس سے کہہ دو کہ تم نے دین کا نمونہ اور علم دین کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر تم اس علم کی لاج نہ رکھو اس کے احکام کی بر ملا پابندی نہ کرو تو اسلام اور دین پر بدنامی داغ آئے گا عوام کا دعویٰ دین کے نمائندہ ہونے اور نیابت رسول کا نہیں ایک شخص نے عالم اور مولوی کا لباس اختیار کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوں اس کے لئے ہوئے دین کا سیکھنے والا اور پھیلانے والا ہوں۔ اب اگر اس کی نمائندگی کرنے والے ایسے بھی ہوں جو سال بھر نماز یا جماعت پڑھنے کا اہتمام نہ

میں موجود ہے اور ان کلیات سے قیامت تک جزئیات نکالے جاسکتے ہیں۔
محترم بھائیو! قرآن کریم کی کائنات بے حد بے حساب ہے۔ اس کی
وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایک حدیث میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی
گئی ہے کہ عرش مصلیٰ کے نیچے ایک ہزار تبدیل لگے ہوتے ہیں اور یہ ساتوں
آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ صرف ایک تبدیل میں لگتے
ہوتے ہیں باقی فتاویل میں کیا ہے؟ ان کا علم کس کو ہو سکتا ہے؟
وما یعلم جنود ربك الا هو۔ مختصر ایسی کچھ عرض ہوا، آئندہ کسی
موقع پر مزید تفصیل کی جائے گی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو منتقل سے محفوظ رکھے۔
واخرو دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

بیقہ ۸۲۱ :- اَطْلُبُوا لَشَيْئًا

اتفاق سے ایک دن استاد جی دوران درس سر جھکائے ہوئے چراغ پر
مطالعہ کر رہے تھے کہ ان کی گپڑی کے اوپر کے شکل کو آگ لگ گئی۔ طالب علم
حسب عادت کھڑا ہوا ہاتھ باندھ لیے اور پھر نقابات کا ایک طومار باندھا،
درخواست کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر عرض کیا جناب والا کی
گپڑی شریف کو آگ لگ گئی ہے۔ اُس نے جلدی سے گپڑی کو پھینکا،
دیکھا تو گپڑی کے اوپر کا اچھا خاصہ حصہ جل چکا ہے، طالب علم کو ڈانٹا کہ
بدنخت جلدی سے کیوں نہ بتایا۔ اُس نے عرض کیا جناب والا! آداب
درخواست کا لحاظ ضروری تھا۔

میرے محترم! شریعت اسلامیہ کی تحقیر و توہین سے غضب خداوندی
کی آگ بھڑک اٹھی ہے، ملک جل رہا ہے اور آپ ہیں کہ آداب سیاست
سے چپے ہوئے ہیں، شیخ کی روح کو خوش کرنا ہے تو تحریک نفاذ شریعت
کو ترجیحی مقاصد میں رکھیے، عدالتوں کو شریعت کا پابند بنانے کی پُر زور
تحریک چلائیے۔

اُٹھ باندھ کمر کیسوں سے ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے



عشقِ محسوس حال میں ہو نغمہ سرا ہوتا ہے
ہے وہ نغمہ جو بے ساز و صدا ہوتا ہے

ہے کہ ان کی باتیں بھی علم ہی کی ہوں گی مگر انہوں نے ڈانٹا اور فرمایا کہ مسجد
نمازیوں کے لئے ہے اٹھ جاؤ مسجد کے صحن میں چارپائی اور بسترے ڈالے
ہوئے ہیں۔ اذان کا وقت ہے مگر اذان دینے میں عار محسوس ہوتی ہے حالانکہ
بلال کا منصب ہے موزنین کے لئے حضور مسلم نے کتنی دعائیں دی ہیں اور
کتنی منقبت بیان کی ہے مساجد کا احترام نہیں اس کے آداب کی رعایت نہیں
تو کیا عوام کا اعتماد نہ اٹھے گا علم سراسر ادب ہے اور اس سلسلہ میں سب سے
پہلے مسجد کا ادب ضروری ہے اس کے ساتھ دوسری چیز احترام شیخ اور استاد کا
ادب ہے اور پھر کتاب کا ادب ان تین چیزوں کا خیال رکھنا لازمی ہے مساجد کا
ادب استاد کا ادب کتاب کا ادب سلف میں ایسے بزرگ بھی گزرے کہ انہوں
نے بلا وضوء کسی کاغذ کو چھوا تک نہیں

برکاتِ ادب ایک گنوار کو قیلے کے رہائی نے صرف ایک کاغذ جس پر اللہ
تعالیٰ کا نام لکھا تھا۔ گندگی سے اٹھایا۔ اس کو صاف و پاک کر کے باد و
احرام رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک عالم بنا دیا صبح اٹھے تو عالم تھے۔
لوگوں کو کہنے لگے امسیت کرو دنیا واصبحت عربیہ۔ شام کو میں ایک کروی تھا
اور صبح ایک عربی دان عالم بنا اسی طرح ایک جاہل راستہ میں جا رہا تھا۔ کتاب
ساتھ تھی اچانک بارش شروع ہوئی تو کتاب کو دامن کے نیچے کر لیا۔ اللہ
تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی تو وہ عالم بنے اور جب کتاب دیکھتے تو یاد ہو کر تو علم و
حفظ کے لئے تعلق مع اللہ کے ساتھ اساتذہ اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنا
بھی ضروری ہے کہ ان کی دعائیں موجب ترقی و زیادتی ہوں۔

بیقہ ۸۱۶ سے :- اسلام اور ماسا ٹنس

بغیر وسائل و ذرائع کے کراچی پہنچ جاتے تو یہ اس کی کراست ہے اور اگر
ریل، موٹر جہاز وغیرہ سے ذریعہ جاتے تو اسبابِ عادیہ کا یہ عمل خرق عادت
نہیں تو اس کو کراست نہیں کہا جاسکتا۔

قرآن کریم کا بنیادی مقصد

راہِ امیر کہ موجودہ ترقیات کا ذکر قرآن مجید
میں صریح نہیں کیا گیا ہے تو یاد رکھیں کہ قرآن حکیم
کا موضوع آخرت کی دائمی اور حقیقی زندگی کے حصول کے لیے دنیا کی چند
روزہ زندگی کو استوار رکھنے کا طریقہ بتلاتا ہے اور اسی مقصد کے لیے زندگی
کے کسی مرحلہ پر بھی پیش آنے والی ضرورتوں کو تشنہ نہیں چھوڑتا۔ سعادت
اخرویہ کے طریقہ کو ترغیب و ترغیب سے بیان کرتا ہے اور تجارت،
سیاست، ملازمت، زراعت سب شعبوں میں حلال و حرام کی رہنمائی کرتا
ہے منجھو وہ طبیعیات، نجوم اور جبرائلیہ کی کتاب نہیں کہ مہر زمانہ کے عروج و
ارتقاء کے سلسلے میں مراحل بتلاتے البتہ بطور آیات آفاقی اور مبداء و معاد
میں غور و فکر کرنے کے لیے کہیں ضرورت پیش آتی تو ان اشیاء کا ذکر ایسے
جامع کلیات سے کرتا ہے جس سے قیامت تک اہم فنی مسائل بھی مستنبط
ہو سکیں مگر یہ نہ ہر شخص کا کام ہے نہ اس کا فہم لیان کے لیے ضروری ہے۔

قرآن میں علوم کا لامتناہی ذخیرہ
ادولابصار اور عقلمندوں کے لیے
علوم کا لامتناہی ذخیرہ قرآن مجید